© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے ہماری بزمِ انوری کی ایک اور شمعِ فروزاں بجھ گئی یعنی حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیریؒ کے تلمیذِ رشید اور ہمارے دیرینہ رفیقِ کار اور ساتھی مولانا الشیخ محمد بدر عالم میرٹھی نے گذشتہ ماہ کے آخری ہفتہ میں تین برس کی مسلسل اور شدید علالت و معذوری کے بعد مدینہ منورہ میں وفات پائی، مولانا کے والد ماجد پولیس کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ مگر ان کی نیکی اور دینداری کا یہ عالم تھا کہ اس ملازمت کے باوجود انھوں نے بیٹے کو عربی و دینی تعلیم کے لئے سہارنپور بھیجا، وہاں سے فارغ ہو کر مولانا دیوبند آئے اور حضرت الاستاذ کے درسِ بخاری میں شریک ہو کر کئی سال مسلسل سماع کیا اور درسی تقریریں قلمبند کیں۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں صبح و شام یوں بھی حاضر رہتے اور برابر علمی استفادہ کرتے رہتے تھے، اسی زمانہ میں مختلف علوم و فنون کے اسباق آپ کے سپرد ہو گئے۔ مولانا کی استعداد بڑی پختہ اور ان کا ذوق ہمہ گیر تھا۔ منطق۔ فلسفہ۔ ادب حدیث، اور فقہ، ان میں سے ہر مضمون کی کتاب اس طرح پڑھاتے تھے کہ گویا وہ ان کا کوئی خاص فن تھا۔ ۲۸ء میں حضرت شاہ صاحب اپنی جماعت کے ساتھ ڈابھیل گئے تو مولانا بھی اس جماعت کے رکنِ رکین تھے۔ وہاں انھوں نے نہایت محنت اور توجہ سے بڑی سے بڑی کتابوں کا درس دیا۔ لیکن حضرت الاستاذ سے استفادہ کی تشنگی کم نہیں ہوئی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا اور یہ مسِ خام کندن بنتا رہا۔ یوں بھی وہ حضرت الاستاذ کے عاشق تھے۔ صورت کے بھی اور سیرت کے بھی! ان سب چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ حضرت الاستاذ کے ہزاروں شاگردوں میں بڑے بڑے نامور علماء و فضلا بھی ہیں اور محققین و اساتذہ بھی، لیکن خاص فنِ حدیث میں جو جامعیت اور کمال (مولانا محمد یوسف بنوری کو مستثنیٰ کر کے) مولانا کے حصہ میں آیا وہ کسی اور کو نہیں ملا چنانچہ فیض الباری علیٰ صحیح البخاری مطبوعۂ قاہرہ (مصر) اور ترجمان السُّنۃ (مطبوعہ ندوۃ المصنفین) کی ضخیم مجلدات اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ سوا سترہ برس کے بعد مدرسۂ تعلیم الدین جامعۂ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق منقطع ہوا تو مولانا ندوۃ المصنفین سے براہِ راست متعلق ہو گئے اور دلّی میں مستقل قیام کر لیا، اسی زمانہ میں ملک تقسیم ہوا اور عظیم تباہی و بربادی کے ساتھ لاکھوں انسان اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر پہونچ گئے تو مولانا بھی ترکِ وطن کر کے کراچی پہونچے۔ مگر جلد ہی جی اچاٹ ہو گیا تو (غالباً ۵۰ء میں) پاکستان کو بھی خیر باد کہہ کر اُس سرزمینِ قدس میں پناہ لی جس کے گلی کوچوں میں بارہا جبریلِ امین کو پرفشانی کرتے دیکھا گیا۔

مولانا علومِ ظاہری میں کمال و مہارت کے ساتھ معرفت و سلوک میں بھی مرتبۂ بلند و مقامِ رفیع رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے سب سے پہلے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے دامان ارادت وعقیدت سے وابستہ ہو کر بڑے انہماک و توجہ سے کسب فیض واستفادہ کیا اور حضرت مفتی صاحبؒ خدا کو پیارے ہو گئے تو مولانا نے حضرت کے خلیفۂ مجاز مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے رجوع کیا۔ حضرت قاری صاحب کا مستقل قیام دلّی میں رہتا تھا۔ اس زمانہ میں مولانا کا مشغلہ بجز اس کے کچھ نہیں تھا کہ دن میں صبح شام چھ سات گھنٹے مطالعہ و تصنیف کے سلسلہ میں ندوۃ المصنفین میں گذارتے تھے اور اس کے علاوہ پورا وقت مجاہدہ و ریاضت یا پیر و مرشد کی خدمت میں گذارتے تھے۔ طبعاً بڑے خوش مزاج، زندہ دل اور خندہ جبین تھے۔ دیوبند سے تعلق کے زمانہ میں شکار کا بڑا شوق تھا۔ برسوں معمول یہ رہا کہ جمعرات کے دن ظہر کی نماز پڑھی اور کارتوسوں کی پیٹی گلے میں ڈال اور بندوق اٹھا چل دیئے اور عشاء کے وقت تک واپس آتے تھے۔ اللہ نے حسنِ باطنی کے ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی نوازا تھا۔ خوش پوشاک و خوش خوراک تھے، اکثر قیمتی دوائیں بھی استعمال کرتے رہتے تھے۔ معمولات کے سخت پابند اور انتہا درجہ باحمیت وغیرت مند تھے۔ صاف گو اور صاف رو اس بلا کے تھے کہ بعض اوقات اُن پر "کھرے پن" کا گمان ہونے لگتا تھا۔

مدینہ طیبہ میں قیام کر لینے کے بعد بھی اگرچہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ کچھ نہ کچھ جاری رہا لیکن اب مولانا کے اوقات کا اکثر حصہ تعلیم و تربیتِ باطنی اور تلقین و ارشادِ روحانی میں صرف ہوتا تھا۔ عوام و خواص کے مرکزِ عقیدت تھے، انڈو پاک کے مسلمانوں کے علاوہ افریقہ اور خاص حجاز کے علماء اور عوام بھی مولانا سے ارادت رکھتے اور فیضِ باطنی حاصل کرتے تھے۔ خدا کی دین ہے۔ جو بچہ میرٹھ کے ایک پولیس افسر کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے مقدر میں یوں علم و عمل، تقویٰ و طہارت اور فضائلِ اخلاق و کمالات کے آسمان پر مہرِ تاباں بن کر چمکنا، برسوں تک چمکتے رہنا اور آخر میں مہبطِ وحی و جلوہ گہِ نبوت سرزمین کی خاکِ پاک کا پیوند ہو کر وہیں ابدی نیند سو جانا لکھا تھا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ❊ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

اُردو زبان کے علمی اور ادبی حلقوں میں اس خبر کو بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ سنا گیا کہ پچھلے دنوں پنڈت تربھون ناتھ زار زتشی نے ۹۲ برس کی عمر میں دلّی میں انتقال کیا۔ پنڈت جی کشمیری پنڈت تھے، ان کا خاندان اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت میں دلّی میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس بناء پر یہ خاندان کشمیر اور دلی دونوں کی خاص تہذیب اور کلچر، شرافت، علمی و ادبی ذوق، حسن و جمال اور وسعتِ مشرب ایسے اوصاف و خصوصیات کا حامل ہے۔ پنڈت جی ان خصوصیات کا ایک اعلیٰ نمونہ ہونے کے باعث ان سب میں ممتاز تھے۔ سنسکرت کے علاوہ

© rasailojaraid.com